ڈاکٹر محمد افتخار شفیع* شکیل امجد صادق**

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی بہ طور سفر نامہ نگار

Abstract: *A travelogue is a film, book written up from a travel diary, or illustrated talk describing the experiences of and places visited by traveler. In these days the travelogue is most popular form of Urdu literature. This article is depicts the different angles of the travelogues of Dr. Rafi ud din Hashmi.*

سفر انسانی زندگی کا اہم جزو ہے۔ ہجرت کے سفر سے پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد پڑی۔اور اس سے بڑا سفر ایک ہی رات میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس اور پھر سدرۃالمنتہیٰ کی طرف ہوا۔یہ انسان کامل نبی معظم کا سفر معراج تھا جس نے کہکشائوں کو بشریت کے قدموں تلے روند دیا:

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفی سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زدمیں ہے گردوں(۱)

دنیا کا قدیم ترین سفر نامہ فرعون کی آخری رسومات کی داستان ہے ،اس کی قدامت ساڑھے تین ہزار سال بتائی جاتی ہے ۔(۲) یورپ میں سفر نامہ سینٹ بیکٹ کی درگاہ کے سفر کی روداد بیان کرنے کے لیے آغاز ہوا،مسلمانوں میں سفرحج اور اس سے وابستہ معلومات کی فراہمی کا تصوراس کی بنیاد بنا،ظاہر ہے جب سفر ہواتواس کی روداد لکھنے کی ضرورت بھی محسوس کی گئی۔ناول،افسانے اور ڈرامے کے بعدسب سے زیادہ مقبولیت سفر نامے کوحاصل ہے۔مسافروں کے ساتھ ان کے واہمے بھی سفر کرتے ہیں،سوکسی بھی مقام پرسفر کے خارجی مشاہدات کا رخ داخل کی طرف مڑ سکتا ہے۔سفر میں مسافرنوازی کے کئی پہلو ہوتے ہیں اجنبی لوگ ، زبان غیر کی بے اعتنائی،عجیب و غریب معاشرت،ایسے میں اگر دل چسپی کا سامان مہیا کرنے والے کچھ لوگ میسر آ جائیں) جیسے بہ قول ابن انشاء صبر وقرار لوٹنے والے(تو سفر یبوست زدہ نہیں رہتا۔ یوں داخل و خارج کی آمیزش ایک شان دار سفرنامے کی تخلیق کا موجب بنتی ہے۔ان اجزا کے متوازن آمیزے سے سفر نامہ ایک شاہ کار تخلیقی فن پارہ بننے کی صلاحیت حاصل کرلیتا ہے۔اس کے لیے انگریزی میںTravelogue کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔

* ایسوسی ایٹ پروفیسر،صدر شعبہ اردو گورنمنٹ کالج ساہیوال
** اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو گورنمنٹ کالج اوکاڑا

چند تعریفیں دیکھیں:

A lecture on travel of the illutrated with a film,a film describing a place of places(۳)

A documentry film describing a country travel etc(۴)

A lecture describing travel usually allustrated as wilk photographs slides etc(۵)

سفر نامے کی صنف کے فنی تقاضوں کے بارے میں ڈاکٹر مرزا حامدبیگ کچھ یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

"سفر نامہ ہر ادب کی ایک مستقل بیانیہ صنف ہے جس میں خارجی مشاہدے کو تخیل پر فوقیت حاصل ہے۔البتہ سفر سے متعلق ہونے کے باعث سفرنامے میں تحیر کا عنصر نمایاں تر ہے۔یاد رہے کہ مستقل ادبی صنف ہونے کے ناتے سفرنامے کی پیش کش ادبی نوعیت کی ہوگی نہ کہ مسافر کا بیان۔اس لیے بہ امر مجبوری سفر اختیار کرنے والے ہر مسافر کا سفری احوال ادب کی ایک مستقل صنف سفرنامہ یا سیاحت نامہ نہ کہلائے گا"(۶)

اردو میں سفرنامہ نگاری کی اچھی خاصی پرانی روایت میں متعدد موضوعات پر متنوع اوصاف کے حامل سفرنامہ نگار وں کے نام لیے جاتے ہیں۔اسم شماری کرتے ہوئے بھی اس میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کا نام سرسری انداز میں آتا ہے۔اس کی ایک وجہ تو شاید یہ ہے کہ ہاشمی صاحب نے اپنے سفرناموں میں زیب داستاں کے لیے دروغ گوئی سے کام نہیں لیا۔جیسے سنجیدہ ،پروقار،کم گو اور باکردار تھے ویسا ہی خود کو پیش کیا ہے ۔انھوں نے اس صنف میں قدرے نامقبولیت برداشت کر لی ہے ،کہیں بھی تارڑ یا قاسمی نما صنعت مبالغہ کی پختہ کاری نہیں دکھائی۔دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کا علمی اور تحقیقی کام اس قدر وسیع ہے کہ ادھر بہت کم لوگ متوجہ ہوئے ہیں۔انھوں نے افسانہ، خاکہ، انشائیہ، تبصرہ، شخصیہ، تنقید، تجزیہ، تحقیق، اسلامیات اور سب سے بڑھ کراقبالیات جیسے شعبوں میں قابل قدر اضافہ کیا ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے علمی وادبی کارناموں پر تفصیل سے تو ان کا کوئی سوانح نویس ہی لکھ سکتا ہے ۔ ان کی سفرنامہ نگاری الگ سے ایک اہم موضوع ہے ۔ہاشمی صاحب نے بسیار سفر باید تاپختہ شودخامے کے مصداق ان دیکھی دنیاوں کی سیر کا شوق سیروفی الارض کے ارشاد کی بجاآوری کے لیے بھی کیا ہے۔انھیں وطن عزیز کی سیروسیاحت کے علاوہ دنیا کے مختلف ممالک کا سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ڈاکٹر خالد ندیم ان اسفار کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"قدرت نے شایدان کے اسی شوق کے پیش نظر انھیں سیر اور سیاحت کے مواقع فراہم کیے۔انھوں نے وطن عزیز کے بیش تر سیاحتی مقامات اور شہروں کودیکھا۔حجاز مقدس کے چار اسفار کے علاوہ بھارت، فرانس، جرمنی، فرانس، ترکی، بیلجیم، جاپان، ہسپانیہ، ایران اوربرطانیہ جانے اورکم وبیش مدت وہاں گزارنے کاموقع ملا۔احوال سفر پر مشتمل باقاعدہ سفرنامے صرف دوہی لکھ سکے ہیں۔"(۷)

ہمارے پیش نظر ڈاکٹر صاحب کے متذکرہ بالا دونوں سفرنامے ہیں۔ہاشمی صاحب کے اسفار محض دنیا گردی یا سفرنامہ لکھنے کے لیے نہیں بل کہ ان کا مقصد ان امورکی انجام دہی ہے جن کی تکمیل کے لیے انھوں نے اپنی تمام زندگی وقف کردی۔اندلس کا سفرنامہ)پوشیدہ تری خاک میں (۱۹۹۱ء میں اسپین میں منعقدہ بین الاقوامی اقبال کانگریس میں بہ طور مندوب شرکت کی کہانی ہے۔ سفر جاپان کی روداد)سورج کو ذرا دیکھ(رواں صدی کے آغازمیں ٹوکیو کے نواحی شہرسائتاما میں واقع ایک نجی یونی ورسٹی دائتوبنکائیو یونی ورسٹی کی دعوت کے نتیجے میں احاطہ قلم میں لائی گئی۔)

اردو میں اسپین اور جاپان کے سفرناموں کی تعداد انگلیوں پرگنی جا سکتی ہے۔ان سفرناموں میں ڈاکٹر صاحب کی تحریر کو فکر اوراسلوب کے لحاظ سے تخصص حاصل ہے ۔انھوں نے اپنی پوری علمیت ،سنجیدگی اور متانت کے ساتھ یہ سفر کیا، ۔ بعض اہل علم شاید اس بات پر اعتراض کریں ۔ان کے نزدیک یہ نپا تلا اسلوب بیان اور محتاط انداز سفر شایداس صنف کے فطری جوہر کے خلاف ہو۔ ماضی کی طرح مستقبل میں بھی ان ممالک کے سفرنامے لکھے جائیں گے،لیکن شاید ہی ایسی علمی شخصیت اس صنف کو بعدمیں میسر آئے۔مشفق خواجہ نے اسی طرف توجہ دلائی ہے ۔ان کے مطابق:

"ایک زمانہ تھاکہ سفراورسفرنا مہ ونوں تحصیل علم کا ذریعہ تھے۔مگراب ان کے مقاصد تبدیل ہوچکے ہیں۔سفر کے مقاصد سے تو مجھے کچھ زیادہ آگاہی نہیں کہ میں فقیرگوشہ نشین ہوں لیکن پچھلے چالیس برسوں میں اردو میں شائع ہونے والے بیش تر سفرناموں کو دیکھنے کا گنہ گار ہوں۔اس لیے یہ کہہ سکتا ہوں کہ اب سفرنامہ کوئی الگ صنف ادب نہیں رہی۔اسے افسانہ نہیں بل کہ افسانہ نگاری کا نعم البدل سمجھا جاسکتا ہے۔کیوں کہ وہ واقعات بھی سفر میں شامل ہوجاتے ہیں جوسفرکاحصہ نہیں ہوتے۔بعض سفرنامے تو ایسے بھی نظر سے گزرے کہ ان میں لطیفوں کے سواکچھ نہیں ہوتا،سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ لطیفے جب گھرمیں بیٹھ کر جمع کیے جاسکتے تھے توان کے لیے دوردراز کے سفر کی زحمت اٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔"(۸)

علامہ اقبال کے ایک عاشق صادق کا) پروفیسرمرزا منور اور سہیل عمر کی ہم راہی میں(قرطبہ میں ہونے والی اقبال کانگریس میں شرکت کرنا، مسلمانوں کی اس اجڑی ہوئی تہذیب کا مشاہدہ کرنااورساتھ ساتھ لامحسوس طریقے سے اپنا نقطہ نظر

بیان کرتے جانا، قاری کے دل ودماغ پران مٹ نقوش مرتب کرتا ہے۔اس لحاظ سے پوشیدہ تری خاک میں)سفرنامہ ہسپانیہ (صرف سفرنامہ ہی نہیں بل کہ برصغیر کے مسلم شعورسے ان علاقوں کو دیکھنے اور سمجھنے کی ایک کامیاب کوشش بھی ہے۔اقبال نے ہسپانیہ کو خون مسلم کا امین اور حرم پاک کی طرح مقدس قراردیاتھا۔اقبال کے سفر ہسپانیہ اوراس کے نتیجے میں تخلیق کردہ ادب نے ایک الگ ماحول کو تشکیل دیا ۔یہ وہی دیارہے جس سے طارق بن زیاد،عبدالرحمان الداخل،ابن حزم،معتمد بن عباد،الطرطوسی، محمدبن تومرت ،ابوالفضل عیاض ،ابن بدروں،ابواسحاق الشاطبی ،ابن رشد،موسیٰ بن میمون ،ابوالمعالی ، ابن عربی ،ابن خلدون اورالمقری جیسی شخصیات وابستہ رہیں۔فکر اقبال میں مسلم تاریخ کی ان اہم ہستیوں کا اثر دکھائی دیتا ہے ۔

ہاشمی صاحب نے بھی ملی جذبے سے سرشار ہوکر)روحانی طورپر(یہ سفراپنی محبوب ہستی یعنی اقبال کی معیت میں طے کیا ہے۔یہ سفر بھی اقبالیاتی تھا،لیکن اس سفرنامے میں اقبال ان کارڈوباکے ذیلی باب کے علاوہ زیادہ تر قدیم اندلسی تہذیب و تمدن کی تلاش کا عمل دکھائی دیتا ہے۔ڈاکٹررفیع الدین ہاشمی کے ہاں حال کے ساتھ ساتھ ماضی کی منقش تصویریں بھی نظرآتی ہیں۔وہ سفر کے دوران میں گردوجوانب کی اشیا پر توجہ مرکوز رکھنے کے ساتھ ساتھ ان کی تصدیق و تائید کے لیے ماضی سے رجوع کرتے ہیں،ان کے ہاں ایک تاریخی شعور دکھائی دیتا ہے، جس سے ہمارے سفرنامہ نگار تہی دکھائی دیتے ہیں۔تاریخ کے ان اوراق کی ورق گردانی کرتے ہوئے اقبال ان کی رہ نمائی کرتے ہیں۔ہسپانیہ میں ابن رشد کو امام غزالی سے علمی مناقشے کی وجہ سے شہربدر کردیا گیا۔وہ اپنے ناقدانہ تجزیات اور شرح نویسی کی بہ دولت عیسائیوں اوریہودیوں میں خاصے مقبول تھے۔ابن رشد کے مغربی حکما خاص طور پر ارسطو کی تقلید کی۔وہ حشرا جسادسے انکاری ہیں،جنت اوردوزخ کو بھی کیفیات قرار دیتے ہیں۔اقبال ،ابن رشد کے خیالات سے متفق نہ ہونے کے باوجود اسے اہم فلسفی مانتے ہیں۔انھوں نے ہمیشہ امام غزالی کے خیالات کی پیروی کی۔ اسپین کے سفر کے دوران میںڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کا ابن رشد کے حوالے سے مرزا منور مرحوم سے ان کا ایک مکالمہ ہوا۔ذرا دیکھیے :

> ”ابن رشد کا مجسمہ ہم نے قرطبہ کے ایک چوک میں دیکھا تھا۔اسی طرح قلہورا عجائب گھر میں بھی اس کا مجسمہ ایستادہ تھا۔راقم کو خیال آیا،ابن رشد کے متعلق کہیں پڑھا تھا کہ آخرت اورحشر ونشر کی بابت اس کے عقاید جمہور مسلمانوں سے مختلف تھے۔اس کا خیال تھا کہ انسان کو اپنے اچھے اور برے اعمال کی جزا یا سزا دنیا ہی میں مل جاتی ہے۔مرزا صاحب نے سوال اٹھایا کہ ایسے اندلسی مسلمان مسیحی ہسپانویوں کے نزدیک اتنے اہم کیسے ہوگئے،کہ آج وہ سپین کے اعاظم اور ہیروز کی فہرست میں داخل ہوگئے ؟ان کی یادگاریں بھی قائم ہوگئیں اور مجسمے بھی نصب ہوگئے۔بلاشبہ یہ ایک اہم سوال ہے جواہل اسپین بل کہ پورے اہل مغرب کی ۔روشن خیالی کے ضمن میں پیش نظر رہناچاہیے۔“(۹)

حضرت علامہ کا اپنا موقف کیا تھا۔کیا انھوں نے اس حوالے سے کوئی نقطہ نظر پیش کیا ہے یا نہیں۔ایسے عقاید کی حامل ایک شخصیت ہندستان میں بھی تھی،وہ کیا ہوئی؟ظاہر ہے یہ موضوعات اس تحریر کا حصہ نہیں بن سکتے تھے کہ یہ ایک سفر نامہ ہے نہ کہ تحقیقی مقالہ۔ہاشمی صاحب اندلس پہنچنے پر اپنے خوابوں کی اس سرزمین کو امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک غم خوار کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔ اقبال کی نظمیں اور نسیم حجازی کے ناول اس سلسلے میں ایک خاص کر دار ادا کرتے ہیں۔اس سفرنامے میں وہ مقام بہ طور خاص قابل توجہ ہے جب سفرنامہ نگار مسجد قرطبہ کی زیارت کرتے ہیں۔اپنے روحانی مرشد کی طرح ہاشمی صاحب بھی مسجد قرطبہ میں نماز کرنے کی تمنا رکھتے ہیں اور اس میں کامیابی حاصل کرلیتے ہیں۔ یہاں ان کی دلی کیفیت دیکھنے کے لائق ہے:

> ”مسجد میں داخل ہوا لیکن کہہ نہیں سکتا کہ اندر پہنچ کر میری حالت کیا ہوگئی۔قلب ساکت ہوگیا،دماغ بے حس ہوگیا۔آنکھیں پتھرا گئیں اور ایک ستون کا سہارانہ لیا ہوتاتو لڑکھڑاگیا ہوتا۔آخردومنٹ بعد جب ہوش و حواس ٹھکانے ہوئے تو کہنے لگا کہ سحر ہے یا دھوکا۔مسجد ہے یا طلسم،میں قرطبہ کے خانہ خدا میں ہوں یا الہ دین کے چراغ طلسمی کے اثر میں ہوں۔آنچہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بہ خواب۔۔۔کا مصرع زمانہ طالب علمی سے ازبر تھا۔۔لیکن اس کی صحیح تفسیر آج اس جامع اموی میں دیکھنے میں آئی۔اس کے نقش و نگار ،اس کے مصفٰی اور مجلٰی ستون،اس کی دومنزلہ محراب،اس کا صدر دروازہ ،اس کی جالی دار کھڑکیاں،اس کی منبت کاری وآرائش ،اس کی ضیائے نورانی،اس کا نقش کوفی غرض کہ: کرشمہ دامن دل می کشدکہ ایں‌جاست۔“(۱۰)

قیام جاپان کے دنوں میں بھی ڈاکٹر صاحب کی شب وروز میں ہمہ وقت اقبال کا فکر و فلسفے کا اثر ونفوز کھائی دیتا ہے۔یو یو گی دی ہار ا میں ترکوں کی بنائی ہوئی ایک قدیم مسجد کو دیکھتے ہوئے ان کا خیال ،سفر استنبول کی طرف چلا گیا اور مسجد سلیمانیہ،مسجد سلطان محمد فاتح اور نیلی مسجد کی زیارت کی یادتازہ ہوگئی۔پروفیسر کتائو صاحب سے ملاقات کے احوال میں اقبال سے محبت کے مشترکہ پہلو بھی شامل تھے۔کتائو جی کلام اقبال کا ترجمہ کررہے تھے۔ملاقات پر پتہ چلا کہ وہ ترجمہ معیار کے لحاظ نا پختہ و خام ہے۔کتائو جی اب اس سے دل برداشتہ ہو کر غالب اور فیض کی شاعری کے تراجم کی طرف متوجہ ہوگئے ہیں۔یہاں دیکھیں ڈاکٹر صاحب اس ترجمے میں دل چسپی لیتے ہوئے کس طرح اس کے معایب و محاسن بیان کرتے ہیں:

> ”اسی دوران میں ٹیلی فون سننے کے لیے ،ان کے کمرے میں گیا،اور پھر وہیں بیٹھ گیا،ترجمہ اقبال کی بات چھیڑ دی، انھوں نے بہت سی کاپیاں دکھائیں جن میں اقبال کے اردو کلام کا جاپانی ترجمہ کیا ہوا

رکھا تھا۔شعری متن کے ساتھ انھوں نے اس کی آسان اردو نثر اور مفہوم اور لغت کی مدد سے الفاظ و اصطلاحات اور تراکیب کے معانی ومفاہیم انگریزی میں لکھ رکھے تھے۔نیچے جاپانی زبان میں ترجمہ۔سرخ قلم سے کہیں کہیں سبز روشنائی سے مزید تصحیحات۔میں وہ کاپیاں دیکھنے لگا،ترجمے میں کہیں کہیں خلا محسوس ہوتے تھے اور الفاظ کا مفہوم محل نظر تھا۔کتائو صاحب کو توجہ دلائی۔پتا چلا انھوں نے اردو کی جس لغت سے مدد لی ہے اس میں یہی غلط معانی دیے گئے ہیں۔"(۱۱)

دوران سفر صرف علمی معاملات کی درستی ہی مقصود نظر نہ تھی بل کہ ہمارے سفرنامہ نگار کو جب بھی موقع ملتا تھا اجنبی ممالک کی شہری زندگی میں گم ہوجاتے تھے ۔عوامی زندگی کے بھر پور مظاہر کا بہ چشم خود معائنہ کرتے تھے ۔ بیرون ملک جانے والے پاکستانی اس بات کو بہ خوبی جانتے ہیں کہ خریداری کے دوران دوسرے ملکوں کی کرنسی کے مقابلے میں اپنے نوٹ غریب اورلاغرپڑجانے کے باعث ان کو باربارکیلکولیٹر کے استعمال کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔۔شاپنگ کے دوران اگر سیلز گرل معمر ہونے کے باوجودقتالہ ہو تو مسافروں کو واپسی کے لیے زاد سفرکے ساتھ ساتھ صبروقرارلٹنے کے خطرات بھی لاحق ہوسکتے ہیں۔اس طرح کی صورت حال اسپین میں پیش آئی اس کی عکاسی یوں ہوتی ہے:

"تحائف متنوع تھے اور قیمتیں بھی مناسب،مگراس سے زیادہ یہ کہ دکان دار بڑھیا،زبان کی تیز طراراور گاہک پھانسنے کی ماہر تھی،ہم اپنی اپنی جیب کے مطابق کچھ خریداری کرچکے تو وہ ہمیں نئی نئی چیزیں دکھا کر مزید خریداری پر اکسانے لگی،تحائف ہمیں بھی اچھے لگے اور کچھ خریدے بھی،مگر بل بڑھتا گیااور ہماری جیبیں ہلکی ہونے لگیں تو ایک مرحلے پر ہم نے اچانک فیصلہ کیا کہ خریداری روک دی جائے اور جلدی سے رقم ادا کر کے یہاں سے بھاگ نکلیں۔چلتے ہوئے مرزا صاحب نے اس سے کہا،تم ایک کامیاب سیلز وومن ہو۔اس نے ایک فاتحانہ مسکراہٹ سے یہ خراج تحسین وصول کیا اور ہمیں دروازے تک چھوڑ نے آئی۔"(۱۲)

جاپان میں مقیم پاکستانی کسی نہ کسی طرح اپنی اقدار کی حفاظت کرتے نظر آتے ہیں،وضع داراورمہمان نوازہیں اور دوسروں کے ساتھ خاص التفات برتتے ہیں۔جاپانی زندگی مشینی ہونے کے باوصف ان تکلفات سے آزاد ہے، ڈاکٹر صاحب نے کہیں بھی ان اقدارکا شکوہ نہیں کیا۔جاپان کے صنعتی معاشرے میں مشرقی اقدار کا یہ نمایندہ کس طرح خود کو ا س ماحول کا حصہ بناتا ہے اس کی ایک مثال دیکھیے:

"جاپان میں رواج ہے کہ ہر شخص اپنا بل خود ادا کرتا ہے۔ریل کا ٹکٹ خریدیں ،چائے پئیں یاکھاناکھائیں یا خریداری کریں ،اپنی ادائگی خود کیجیے۔استاد ہو یا شاگرد،مہمان ہو یا میزبان،ہر آدمی اپنی

ذمہ داری خود اٹھاتا ہے۔مجھے یہ بات بہت اچھی لگی اور میں نے پلے باندھ لی۔ٹوکیو پہنچ کر پہلے روزتو ریل کا ٹکٹ میرے شاگردوں اوگی شیما اوریوشی مستو نے خریدا تھااور میں خاموش رہا کہ میرے پاس جاپانی کرنسی ہی نہ تھی۔آج یونی ورسٹی پہنچنے تک بھی یہی صورت تھی۔لیکن اب میری جیب میں جاپانی ین موجود تھے۔اس لیے سوچا کہ اوگی شیما کی تمام تر شاگردانہ سعادت مندی کے باوجود اب while in rome,do like Romans doپر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔میں نے پہلی فرصت میں اس قابل ستائش جاپانی روایت کواپنانے کا تہیہ کرلیا۔بس میں تو طلبہ،اساتذہ اور مہمانوں کے لیے سفر مفت ہے۔لیکن جوں ہی ہم تاکا ساکا ریلوے اسٹیشن میں داخل ہوئے تو میں نے ٹکٹ مشین کی طرف جاتے ہوئے جیب سے کرنسی نکالی اور فیصلہ کن انداز میں کہا:عزیزم اب میں اپنا ٹکٹ خود خریدوں گا۔آپ نے اب تک زحمت کی ،اس کا بہت بہت شکریہ۔اس عزیز نے بھی مزاحمت نہ کی اور مجھے مشین سے ٹکٹ حاصل کرنے کا طریقہ سمجھایا۔"(۱۳)

جاپان میں قیام کے دوران ہاشمی صاحب بازاروں میں اشیا کی گرانی پر باقاعدہ تاسف کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔ایک جگہ تو ٹوکیو کے نواحی شہر اکے بکرو کے ایک پاکستانی کھانوں کے مرحبا ریستوران کے نرخ تک درج کردیے ہیں تاکہ سیاحوں کے لیے آسانی رہے۔(۱۴)سفر نامہ اجنبی دیسوں کی منظر کشی کرتا ہے،قاری کے لیے اس میں دل چسپی کا اچھا خاصا مواد ہوتا ہے۔اگر سفرنامہ نگار اس میں فکشن کے رنگ بھرنے کی شعوری کوشش کرے تو اس کے حقیقی عناصر ماند پڑ جاتے ہیں اوریہی خوبی سفرنامے کی کمزوری بن جاتی ہے۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے ہاں سادہ اور پختہ انداز میں حالات وواقعات کی منظر کشی ملتی ہے۔ان کی یادداشت کمال کی ہے۔اپنے سفرناموں میں وہ سفر کی تفصیلات کوبڑی صراحت کے ساتھ بیان کرتے جاتے ہیں۔جاپان کے سفرنامے(سورج کو ذرا دیکھ)کو پڑھ کرتو یوں محسوس ہوتا ہے کہ سفرنامہ تحریر کرنے کے لیے انھوں نے باقاعدہ نوٹس لیے ہیں،ظاہر ہے اتنی تفصیلی جزئیات بیان کرنے کے لیے محض حافظے پر بھروسا ممکن نہیں۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"واقعات کو تفصیل کے ساتھ تمام جزئیات کے ہم راہ ایسی مربوط صورت میں پیش کرناکہ تمام پہلو اور واقعات وغیرہ سب ہی حیطہء تحریر میں آجائیں ۔کسی عام سے حافظے اور غیرمربوط ذہن کا نتیجہ نہیں۔معمولی معمولی جزئیات کہ کہاں کتنی سیڑھیاں چڑھیں یا کس چیز کی کیا قیمت ادا کی اور کس وقت کتنے بجے کہیں رہے۔یہ ہاشمی صاحب ہی کا وصف نظر آتا ہے۔"(۱۵)

اسی طرح ہسپانیہ کے سفر میں بھی تمام تفصیلات بڑی باریک بینی کے ساتھ دی گئی ہیں۔یوں تو ڈاکٹر صاحب نے جتنے ممالک کا سفر بھی کیا ان کی روداد کہیں نہ کہیں ضرور بیان کردی ہے۔اسپین اور جاپان کے سفرناموں کی تفصیلات کتابی شکل میں شائع ہوئی ہیں۔ ان میں موجود مفصل واقعات ان تحریروں کا سلسلہ سفرنامہ نگاری کی قدیم روایات سے جوڑ دیتے ہیں۔ابتدائی زمانوں کے حکمران سیاحوں اوران کے سفرناموں سے کسی ملک کے معاشی اور معاشرتی حالات کا جائزہ لیتے تھے تاکہ حملہ آور ہونے سے پہلے ان ملکوں کے بارے میں مکمل تفصیلات دستیاب ہوسکیں۔ ہاشمی صاحب کے سفرناموں میں کے مندرجات خود ان ممالک کے باشندوں کے لیے بھی معلومات فراہم کرتے ہیں۔ ان کی دستاویزی حیثیت سے کسی طرح بھی انکار ممکن نہیں۔اردو ادب میں ایسے سفرنامے بہ کثرت موجود ہیں جن میں رندی و شاہدبازی اور مہم جوئی کی دل چسپ کہانیاں ملتی ہیں۔اس نوعیت کے سفرنامے متانت اور سنجیدگی سے تہی ہوتے ہیں اور اضطراری حالت میں تحریر کیے جاتے ہیں۔ہاشمی صاحب نے ہاں ایک عالمانہ انداز ہے۔سفر نامہ لکھنے کا مقصد متعلقہ ممالک کی محیر العقول باتیں سنا کرلوگوں کو حیران کرنا ہی نہیں ہوتا بل کہ اپنا تاثرات اور مشاہدات کو قارئین تک پہنچانا بھی ضروری ہے۔ اندلس کے سفر نامے)پوشیدہ تری خاک میں(میں ضمیمے کے طور پر فرانس کے ایک یادگار سفر کی روداد بھی شامل کردی گئی ہے۔اس سفر کی اولین ترجیح عالمی شہرت یافتہ مبلغ اسلام ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب سے ملاقات تھی۔ان دنوں یورپ شدید سردی کی لپیٹ میں تھا۔ ڈاکٹر رحمت اللہ کی ر ہ نما ئی میں ہاشمی صاحب نے فرانس کا وہ چہرہ دیکھا جس نے اس ملک کو عالمی سطح پر عزت اور شہرت عطا کی ہے۔ پیرس کے گلی کوچوں میں ،ڈاکٹر لامان سے ملاقات،شانزالیزے اور فتح محراب، آئفل ٹاور،نپولین کا مقبرہ اور فوجی عجائب گھر وغیرہ کے ذیلی بواب نہایت دانش مندانہ انداز میں تحریر کیے گئے ہیں۔ڈاکٹر حمید اللہ (مرحوم)سے ہونے والی تفصیلی ملاقات کو باقاعدہ مکالماتی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔کسی بڑی شخصیت سے مصاحبہ کرنے کے لیے سو الات کرنے والے کی علمی سطح کابلندہونا بھی ضروری ہے۔یہ مکالمہ سادہ ہونے کا باوجود نہایت اہم ہے۔ہاشمی صاحب نے ڈاکٹر حمیداللہ کا سراپا نہایت خوب صور ت الفاظ میں کھینچا ہے:

> ”ہم ہوٹل اکادیمیہ کے کمرا نمبر ۵ میں بالکل تیار اور منتظر بیٹھے تھے۔۵بج کرچالیس منٹ پر مغرب سے کچھ ہی دیر بعد ،ڈاکٹر حمیداللہ صاحب تشریف لائے۔میں نے انھیں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا،محبت اوراحترام واشتیاق کی نظریں ان پرمرکوز تھیں۔ ایک دبلا پتلا اور دھان پان آدمی،اوورکوٹ ،مفلر،جناح کیپ سے مماثل سیاہ ٹوپی،ڈاڑھی کے بال زیادہ تر سیاہ،ایک مایہ ناز شخصیت اور قابل فخرانسان،جس کی ساری زندگی خدمت اسلام میں اور مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے لیے وقف رہی اور جو باایں پیرانہ سالی آج جوانوں کی طرح بل کہ ان سے بھی کہیں بڑھ کر سرگرم عمل ہے۔“(۱۶)

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب نے ۔موجودہ دور میں لکھے جانے والے سفر نامے سے ہٹ کر "فکشن اور فینٹسی سے دور" اپنی ایک علیحدہ پہچان بنائی ہے۔ انھوں نے معروضیت کی بجائے موضوعہ ممالک کے تہذیب و تمدن، طرز کلام، گفتار و کردار اور رطب و یابس کو سلیقے سے موضوع بنایا ہے۔ اگر کسی منفی پہلو کی نشان دہی بھی کی ہے تو اصل مقصد اصلاح احوال ہے۔ یہ سفر نامے اپنے اندر معانی کی وسعت رکھتے ہیں۔ ان سفر ناموں میں اشیا کو شعور کی آنکھ سے دیکھا گیا ہے۔ ان ممالک کی عوامی زندگی کے چھوٹے چھوٹے مناظر دکھانے کے ساتھ ساتھ ان کے نظام کی بنیادی خوبیوں اور خامیوں کو بیان کیا ہے۔ اس میں اکثر اپنے سسٹم کے ساتھ موازنہ بھی کیا گیا ہے۔ یہ کام ایک دردمند شخصیت ہی کر سکتی ہے۔ ۔ان میں سفر ناموں میں افسانے اور ناول کی کی سی دل چسپی بھی ہے اور تحقیق و جستجو کی لگن اور سنجیدگی بھی۔ ڈاکٹر صاحب نے آخر میں اشاریہ شامل کر کے ادب کے طالب علموں کے لیے بہت سی آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔ اردو سفر نامہ نگاری کی روایت میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کا نام ہمیشہ ایک سنجیدہ اور متین افسانہ نگار کی حیثیت سے لیا جائے گا۔

حوالہ جات:

۱ ۔محمد اقبال، علامہ، کلیات اقبال اردو، اسلام آباد: نیشنل بک فائونڈیشن، ۲۰۱۴ء، ص ۲۲۴

۲۔انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب میں سفر نامہ، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، س ن، ص ۴۷

3. The new webster encyclopedic Dictionary of English language,p89
4. Encyclopedic World Dictionary,Lamlyn,p1669
5. ibid,p1008

۶۔ حامد بیگ، مرزا، اردو سفر نامے کی مختصر تاریخ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۷ء، س ۱۰

۷۔ خالد ندیم، ڈاکٹر) مرتب (، ارمغان رفیع الدین ہاشمی، راولپنڈی: الفتح پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء، ص ۱۱

۸۔ مشفق خواجہ، تقدیم، مشمولہ، پوشیدہ تری خاک میں، لاہور: ادبیات، ۲۰۱۱ء، ص ۱۱

۹۔ ہاشمی، رفیع الدین، ڈاکٹر، پوشیدہ تری خاک میں، ص ۱۴۲

۱۰۔ ، پوشیدہ تری خاک میں، ص ۶۷

۱۱۔ ہاشمی، رفیع الدین، ڈاکٹر، سورج کو ذرا دیکھ، لاہور: بیت الحکمت، ۲۰۰۷ء، ص ۶۴

۱۲۔ ہاشمی، رفیع الدین، ڈاکٹر، پوشیدہ تری خاک میں، ص ۱۶۵

۱۳۔ ہاشمی، رفیع الدین، ڈاکٹر، سورج کو ذرا دیکھ، ص ۵۱

۱۴۔ ، سورج کو ذرا دیکھ، ص ۵۷

۱۵۔ عقیل، معین الدین، ڈاکٹر، حرفے چند، مشمولہ، سورج کو ذرا دیکھ، ص ۱۸

۱۶۔ ہاشمی، رفیع الدین، ڈاکٹر، پوشیدہ تری خاک، ص ۴۴

☆☆☆☆☆